بنیاد پرستی اور جدیدیت پرستی - تقابلی جائزہ

امتیاز احمد خاں*

بنیاد پرست اور جدیدیت پرست علماء میں جو فرق عموماً روا رکھا جاتا ہے۔ اس میں فکر کے اعتبار سے کوئی گہرائی یا وسعت نہیں پائی جاتی۔ یہ تفریق دراصل مغربی مستشرقین کی پیدا کردہ ہے۔ مگر حقیقت کی رو سے جائزہ لیا جائے تو نظریاتی اعتبار سے ان دونوں گروہوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ دونوں مکتبہ فکر کے حامیوں کا اعتقاد ہے کہ امت مسلمہ کی حقیقی ترقی قرآن وسنت کی تعلیمات کو اپنائے بغیر ممکن نہیں۔ ان دونوں گروہوں میں واحد فرق جو نظر آتا ہے۔ یہ ہے کہ بنیاد پرست اسلام کے مذہبی قوانین میں (جو کہ شریعت اسلامیہ میں کسی بھی اعتبار سے اپنی اصل یا آئمہ کے اجتہاد کے نتیجے میں شامل ہیں) کسی بھی قسم کی تبدیلی کرنا ان قوانین کی بے حرمتی کرنے کے مترادف سمجھتے ہیں جب کہ جدیدیت پرست مذہبی اصول وقوانین میں جدید حالات کے مطابق قرآن وسنت کی روح کو متاثر کئے بغیر تبدیلیاں کر کے اسلام کا نظریاتی ڈھانچہ جدید بنیادوں پر استوار کرنا چاہتے ہیں۔ وہ جدید تقاضوں کے پیش نظر ایسی تبدیلیوں کو مذہب کی ترقی کے لئے ضروری خیال کرتے ہیں۔ مگر جہاں تک اسلام کے بنیادی عقائد اور قرآن وسنت کے معتبر و مستند ہونے کا تعلق ہے۔ جدیدیت پرست بھی اس سلسلے میں اتنے ہی سخت رویے (Rigid Behaviour) کے حامل ہیں جتنے کہ بنیاد پرست۔

مندرجہ بالا بحث سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے۔ کہ مغربی مستشرقین نے یہ تفریق دراصل اس لئے پیدا کی کہ ان کے خیال میں بنیاد پرست علماء جدید ٹیکنالوجی اور مغربی تہذیب کی ترقی کے خلاف ہیں مگر ان کا یہ خیال حقیقت پر مبنی نہیں ہے۔ یہ مغالطہ ان کے ذہنوں میں اس وجہ سے پیدا ہوا کہ بنیاد پرستی کی اصطلاح اولاً عیسائی مذہب میں مستعمل ہوئی۔ ان عیسائی مبلغین کو بنیاد پرست کہا گیا جنہوں نے بائبل کو حتمی، قطعی اور سچی کتاب اور حضرت عیسیٰ کو سچا نبی مانتے ہوئے ان کے احکامات پر عمل کرنا دل و جان سے اپنا فرض جانا۔

---

* اسسٹنٹ پروفیسر سیاسیات گورنمنٹ کالج آف سائنس، وحدت روڈ لاہور

Scanned by CamScanner

مادیت کی جدید ترقی کے باعث جب بنیاد پرست عیسائیوں نے لبرل اور سیکولر نظریات کے ساتھ سمجھوتہ کرنے سے انکار کر دیا تو پھر لادینی اور سیکولر نظریات کے حامل گروہ بھی اپنے نظریات کے دفاع میں متحد اور سرگرم ہو گئے۔ نتیجتاً بنیاد پرست عیسائیوں کو شکست ہوئی اور ان کا عمل دخل میدان سیاست سے ختم ہو کر رہ گیا۔ آج مادیت کی ترقی سے چکا چوند اقوام کے اذہان میں یہ تصور راسخ ہو چکا ہے کہ جس طرح انہوں نے بنیاد پرست عیسائیوں کو شکست سے دوچار کیا اسی طرح وہ بنیاد پرست مسلمانوں کو بھی نیچا دکھا سکتے ہیں ان کے خیال میں اسلام ایک قدامت پرست مذہب اور جدیدیت کے راستے میں زبردست رکاوٹ ہے۔ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ قرآن وسنت کی تعلیمات سائنسی تحقیقات واکتشافات کے منافی ہیں۔ اور نہ جدید تصورات کے مقابلے میں نا قابل عمل۔ اسلامی تعلیمات کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے خود اٹھایا ہے۔ اور یہ قیامت تک کے لئے مادیت وروحانیت دونوں میدانوں میں پوری طرح سے قابل عمل ہیں۔ اسلام تدبر وتفکر اور عقل ونظر پر زور دیتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اِنَّ فِی ذٰلِکَ لَاٰیَۃً لِّقَوۡمٍ یَّتَفَکَّرُوۡنَ (۱)

''بلاشبہ ان (اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزوں) میں (اس کی قدرت) نشانیاں ہیں غور کرنے والے لوگوں کے لئے۔''

اسلام مظاہر قدرت کے مشاہدہ ومطالعہ کی دعوت دیتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اِنَّ فِی خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَاخۡتِلَافِ الَّیۡلِ وَالنَّھَار

''بلاشبہ رات اور دن کے آگے پیچھے آنے جانے میں اور جو کچھ اللہ نے آسمانوں اور زمین میں پیدا کیا اس میں نشانیاں ہیں۔ ان لوگو کے لئے جو (اللہ سے) ڈرتے ہیں۔''

قرآن وسنت پر مبنی اسلامی تعلیمات اپنے اندر ہر دور کے جدید تقاضوں اور ضرورتوں کو پورا کرنے کی صلاحیت رکھتی ہیں لہٰذا عیسائی بنیاد پرستی کے خلاف جو فکری وعملی ابہام جدید لبرل اور سیکولر اذہان میں پیدا ہوا اس کا اسلام اور قرآنی تعلیمات پر اطلاق کرنا محض جہالت اور لاعلمی کی وجہ سے ہے۔ بائبل میں تو اس قدر تحریف وتبدل واقع ہو چکا ہے۔ کہ اس کی حقیقی روح ہی برقرار نہیں رہی جب کہ اسلامی تعلیمات کی حفاظت کا ذمہ خود اللہ تعالیٰ نے اٹھا کر اس کی حقانیت کو قیامت تک کے لئے محفوظ کر دیا ہے۔ قرآن پاک میں تحریف کی

Scanned by CamScanner

کوششوں کے باوجود آج تک نہ تو کوئی تبدیلی ہو سکی ہے۔اور نہ ہی آئندہ ہو سکے گی۔

بنیاد پرست علماء کا ظہور اس وقت زیادہ ابھر کر سامنے آتا رہا جب غیر مسلموں کی طرف سے اسلام اور مسلمانوں کے مستقبل کو کوئی خطرہ لاحق ہو یا پھر دین اسلام اور اسلامی ثقافت کو ختم کرنے کی کوشش کی گئی۔ مثلاً اگر تحریک پاکستان میں علامہ شبیر احمد عثمانی اور چند دیگر مذہبی بنیاد پرست علماء شامل نہ ہوتے تو شاید پاکستان کی تحریک اس سرعت اور تیزی کے ساتھ نہ پھیل سکتی۔تاریخ اسلام میں ایسی سینکڑوں مثالیں موجود ہیں۔ جب کہ مختلف اوقات میں بڑے بڑے بحرانوں کو مذہبی بنیاد پرست علماء کی طرف سے چلائی گئی تحریکوں کے نتیجے مین حل کیا گیا۔خلفائے راشدین کے دور کے بعد جب دنیا کے بہت سے اسلامی خطوں کے حکمران صحیح راستے سے بری طرح بھٹک گئے (جو کہ قرآن پاک اور سنت رسول ﷺ نے بتایا تھا) تو یہ بنیاد پرست ہی تھے جنہوں نے دین کے اصل تصور کو انتہائی جرات کے ساتھ اجاگر کیا۔ یہ انہی کی کوششوں کا نتیجہ تھا کہ عقائد کی اصل شکل موجود رہی۔ دور جدید میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی' سید جمال الدین افغانی' علامہ محمد اقبال' مفتی محمد عبدہ' سید حسن البناء' علامہ سید رشید رضا' سید قطب شہید' ڈاکٹر علی شریعتی' امام خمینی اور مولانا مودودی جیسے مسلم مفکرین وعلماء کو ہم بنیاد پرست علماء میں ہی شمار کریں گے کیونکہ ان تمام کا مقصد وحید اسلام کے بنیادی عقائد کا دفاع رہا ہے۔ اگر چہ اسلام کے بنیادی عقائد کی تشریح میں علماء میں کچھ اختلاف پایا جاتا ہے۔ مگر اس کے باوجود حقیقت یہ ہے کہ ہر سچا مسلمان اس اعتبار سے بنیاد پرست ہے۔ کہ وہ خدا کی حتمی حاکمیت اور بحیثیت خاتم النبین محمد ﷺ کے کامل ترین مشن پر مکمل ایمان واعتقاد رکھتا ہے۔ جو کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی راہنمائی کے واسطے بھیجا ہے۔

بنیاد پرست کے ظاہری معنی بنیاد یا اساس کو اپنانے والے کے ہیں ۔''ڈکشنری آف پولیٹیکل تھاٹ'' میں بنیاد پرستی کی تعریف یوں کی گئی ہے۔

''کسی مذہبی گروہ کے اندر ایک ایسی تحریک جس کا مقصد اس مذہب کے اصلی اور بنیادی عقیدے کی طرف مراجعت ہو اور جو باہر سے آنے والے معاشرتی اور اخلاقی تقاضوں کے لئے گنجائش پیدا کرنے سے انکار کرتی ہو۔سیاسی اصطلاح میں بنیاد پرست ان لوگوں کو کہا جاتا ہے۔ جو کسی سیاسی مسلک کی ابتدائی شکل پر سختی سے کاربند رہنا چاہتے ہوں اور اس سے کسی قسم کے انحراف کی اجازت نہ دیتے ہوں۔''(۳)

Scanned by CamScanner

اس تعریف کی رو سے تمام مسلمان بنیاد پرست ہیں خواہ وہ کتنے ہی آزاد خیال اور ترقی پسند کیوں نہ ہوں۔ تمام امت مسلمہ اور سب مسلمان فرقوں میں اسلام کے بنیادی اصولوں پر مکمل اتفاق ہے۔ اگر کلمہ طیبہ کو اسلام کی بنیاد تسلیم کیا جائے۔ تو پھر بنیاد پرست وہ کہلائیں گے جو کہ خدا کی وحدانیت اور محمد ﷺ کی رسالت پر ایمان کامل رکھتے ہوں۔ اس لحاظ سے ہر مسلمان جس کے دل میں حمیت دین ہے وہ بنیاد پرست ہے۔ لہٰذا عالم کفر دراصل بنیاد پرست اور غیر بنیاد پرست کی تفریق پیدا کر کے مسلمانوں اور ملت اسلامیہ میں رخنے ڈالنے کی کوشش کرتا ہے۔ اور اس کا نشانہ اکثر وہ مسلمان بنتے ہیں جو نوآبادیاتی نظام تعلیم کے باعث اسلام کی بنیادی تعلیمات سے زیادہ واقف نہیں ہیں۔ عالم مغرب ان مسلمانوں کو اکثر یہ کہ کر گمراہ کرنے میں مصروف ہے۔ کہ اسلام محض چار شادیوں کے چکر میں زیادہ سے زیادہ جنسی تعلقات استوار کرنے، چوروں کے ہاتھ کاٹنے اور زانیوں کو کوڑے مارنے اور سنگسار کرنے کا نام ہے۔ اس قسم کی لغویات سے اہل مغرب کا مقصد بحیثیت ایک انقلابی تحریک کے مسلمانوں کے دلوں میں اسلام کی عظمت کو کم کرنا اور بحیثیت ایک انقلابی راہنما کے پیغمبر اسلام محمد ﷺ کے ساتھ عشق و محبت کے جذبہ کو کمزور کرنا ہوتا ہے۔ اہل مغرب کی اس سازش کی نشاندہی کرتے ہوئے علامہ اقبال فرماتے ہیں۔

وہ فاقہ کش کہ موت سے ڈرتا نہیں ذرا
روح محمد ﷺ اس کے بدن سے نکال دو
فکر عرب کو دے کے فرنگی تخیلات
اسلام کو حجاز و یمن سے نکال دو (۴)

مسلم بنیاد پرستی تاریخ کے ہر دور میں یکساں خصوصیات کی حامل رہی ہے۔ مذہبی عقائد کو طرز جدید میں رنگنے کو جدیدیت پرستی کہا جاتا ہے۔ لیکن بنیاد پرستی کی روح کو مدنظر رکھے بغیر جدیدیت پرست ہونا کوئی معنی نہیں رکھتا کیونکہ بنیاد پرستی دراصل اسلام کے بنیادی عقائد کو ماننے اور ان پر عمل کرنے کا نام ہے۔ اور اگر اسلام کے بنیادی عقائد کو ماننے اور ان پر عمل کرنے سے ہی انکار کر دیا جائے تو ایسی جدیدیت پرستی سراسر خلاف اسلام کہلائے گی۔ ہم یہ ضرور کہہ سکتے ہیں کہ جمہور علمائے اسلام میں بعض علماء عقائد کی اصل شکل کو برقرار رکھ کر مغربی ترقی کا مقابلہ کرنا چاہتے ہیں جب کہ بعض علماء مغرب کی مادی ترقی کے خلاف ہیں کیونکہ ان

کے خیال میں مادی ترقی عقائد کے لئے خطرہ ہے۔لیکن بنیاد پرستوں اور جدیدیت پرستوں میں اس اعتبار سے اتحاد پیدا کیا جاسکتا ہے۔کہ دونوں عقائد اور ایمان کی اصل شکل برقرار رکھتے ہوئے جدید تہذیبوں کا تقابلی جائزہ لے کر اسلامی تہذیب میں دیگر تہذیبوں کے وہ سنہری اصول شامل کریں کہ جنہیں شامل کر کے اسلامی قوانین کو دور جدید کے تقاضوں کے مطابق استوار کیا جاسکے اور اسلام کو دوبارہ انسان کی عملی زندگی میں ایک زندہ حقیقت کے طور پر اختیار کیا جاسکے۔لہٰذا اسلام کے بنیادی و دوامی اصولوں کی بنیاد پر امت مسلمہ میں اتحاد پیدا کیا جاسکتا ہے۔ویسے بھی۔''اختلاف میں اتحاد قانون فطرت ہے۔''(۵)

چنانچہ اسلام کی تشریح میں مسلمان علماء میں سخت اختلاف کے باوجود بنیادی اصولوں کی بنیاد پر عالم اسلام کے مشترکہ مفاد کی خاطر امت مسلمہ کی صفوں میں اتحاد ممکن ہے۔تاریخ کے اوراق گواہ ہیں کہ مشکلات کے باوجود بنیادی اصولوں کی بنیاد پر عالم اسلام کے مشترکہ مفاد کی خاطر امت مسلمہ کی صفوں میں اتحاد ممکن ہے۔تاریخ کے اوراق گواہ ہیں کہ مشکلات و مصائب اور بحران کے دور میں مسلمانوں نے ہمیشہ اپنے مسائل کے حل کے لئے تمام اختلافات کو چھوڑ کر خالصتاً مذہب کی طرف رجوع کیا ہے۔

اگر چہ دور جدید میں اسلام کی تشریح میں مسلمان علماء میں سخت اختلاف اور تضاد پایا جاتا ہے۔مگر اس کے باوجود چند ایسے بنیادی اصول موجود ہیں کہ جن پر ہر دور کے جمہور علمائے اسلام کا اجماع و اتفاق رہا ہے۔یہ اصول درج ذیل ہیں۔

۱۔ تمام مکاتب فکر کے علماء اس امر پر متفق ہیں کہ قرآن پاک وسنت رسول ﷺ اسلام کے مذہبی اور سیاسی نظام میں بنیادی اہمیت رکھتے ہیں۔

۲۔ قرآن وسنت کے نظریے کی رو سے مذہب وسیاست باہم متحد ہیں۔انہیں کسی صورت جدا جدا نہیں کیا جا سکتا۔یورپ میں لوتھر کی تحریک کے نتیجے میں پیدا شدہ مذہب وسیاست کی تقسیم کی اسلامی نظریہ میں کوئی گنجائش نہیں ہے۔

۳۔ اسلام دین فطرت ہے اور اس کے اہم اور بڑے بڑے اصول وضوابط مکمل طور پر عقل وخرد کے معیار پر پورا اترتے ہیں۔جدید انسانی تہذیب کے ارتقاء کی وجہ سے نظریہ میں اتار چڑھاؤ اسلامی اصول وضوابط پر اثر انداز نہیں ہو سکتے۔

Scanned by CamScanner

یہ وہ سنہری اصول ہیں جن پر پورے اسلامی نظام کا ڈھانچہ تعمیر کیا گیا ہے۔ مگر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اسلامی نظریے میں ایسی عملی تعبیرات اور اصول شامل ہوتے گئے جن کا اسلام کی اصل تعلیمات کے ساتھ دور کا بھی واسطہ نہ تھا لیکن رفتہ رفتہ ایسے اصولوں کو ناقابل تردید حقیقت سمجھا جانے لگا۔ اسلام کے مذہبی فکر میں یہی عنصر اجتہاد کے خاتمے کا باعث بنا۔

آئمہ اربعہ (امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ و امام احمد بن حنبل) کے بعد صدیوں تک اسلامی قوانین کی تشریح کے لئے ان کے کئے گئے اجتہاد سے استفادہ کیا جاتا رہا لیکن ان آئمہ کی تقلید میں خود اپنے دماغ کو استعمال کرتے ہوئے کسی نے بھی جدید دور کے تقاضوں کے مطابق اسلامی قوانین کی تشریح کی کوشش نہ کی۔ اسی وجہ سے اسلامی معاشرے میں ایک طرف عقلیت پسندوں کا گروہ پیدا ہوتا رہا اور دوسری طرف انتہا پسند ملاؤں کا طبقہ دین کے تصور کو مسخ کرتا رہا مگر اس کے ساتھ ساتھ بنیاد پرستوں کا وہ طبقہ بھی موجود رہا جو دین کے بنیادی عقائد کو ان کی اصل شکل میں محفوظ کرنا چاہتا تھا جب کہ جدیدیت پرستوں کا گروہ روح اجتہاد کے ذریعے اسلامی قوانین کی تعبیر نو اور اسلام کو ایک زندہ اور متحرک دین کے طور پر پیش کرنے میں مصروف رہا تاکہ جدید تہذیب کا مقابلہ کیا جاسکے۔

انیسویں اور بیسویں صدی میں جمال الدین افغانیؒ، مفتی محمد عبدہؒ، علامہ سید رشید رضاؒ اور محمد اقبالؒ جیسے مفکر پیدا ہوئے جو مختلف علوم وفنون میں مغربی ترقی کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے مگر اس کے ساتھ ساتھ وہ عقائد پر بھی زور دیتے تھے۔ غرضیکہ ایسے علماء میں بنیاد پرستی اور جدیدیت پرستی دونوں طرح کی خصوصیات موجود تھیں۔ اس بحث سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ جمہور علماء اسلام میں ہر بنیاد پرست جدیدیت پرست نہیں ہوتا۔ مگر ہر جدیدیت پرست بنیاد پرست ضرور ہوتا ہے۔ مثلاً مفتی محمد عبدہؒ، سید حسن البناءؒ سید قطب شہیدؒ، ڈاکٹر علی شریعتیؒ، مولانا ابوالاعلیٰ مودودیؒ اور امام خمینی جیسے مفکرین کی تعلیمات بنیاد پرستی اور جدیدیت پرستی دونوں طرح کی خصوصیات اپنے اندر سموئے ہوئے ہیں مگر ایسے علماء جو صرف بنیاد پرست ہوں وہ قدرے روایت پرست ہوتے ہیں۔ وہ اپنے نظریات کی تشریح اور معاشرے کے مسائل وغیرہ کو غیر لچکدارانہ رجحانات سے دیکھتے ہیں۔ ان میں ایسی قوت ارادی اور صلاحیت نہیں پائی جاتی کہ وہ اسلام کے ان شرعی قوانین کی تعبیر نو کر سکیں جن کے بارے میں قرآن پاک اور سنت رسول سے کوئی واضح حل تلاش نہ کیا جاسکے اور جو جدید حالات

Scanned by CamScanner

اور عصری تقاضوں کا ساتھ نہ دے سکیں۔ لیکن اگر بنیاد پرست اور جدیدیت پرست ذرا لچکدارانہ رویہ اپنائیں تو وہ مل کر ایک ایسا قابل عمل حل دریافت کر سکتے ہیں کہ جس سے اسلام کو دوبارہ انسان کی عملی زندگی میں ایک زندہ حقیقت کے طور پر ابھارا جا سکے۔ محض مغرب کی مادی ترقی پر تنقید سے اسلام اور مسلمانوں کو کچھ حاصل ہیں ہو سکتا۔ بنیاد پرست وجدیدیت پرست دونوں کو اس حقیقت کو مدنظر رکھنا چاہئے کہ:

''ہمیں مغرب سے وہ لینا ہوگا جو اسلامی ممالک اور معاشرہ کے لئے مفید اور اسلامی عقیدہ سے ہم آہنگ ہے اور بجائے خود کوئی عملی ایجابی افادیت رکھتا ہے اور ملک وقوم کو مضبوط کر سکتا ہے اور زندگی کی جدوجہد سرفروشی اور دعوت الی اللہ کے مقصد میں مفید ہوسکتا ہے۔''(۶)

اگر مسلمانوں کو جدید انسانی تہذیب کی قیادت کا فریضہ ادا کرنا ہے تو انہیں عملی منصوبہ بندی کے ساتھ آج کی پیچیدہ اور بدلتی ہوئی دنیا میں قرآن وسنت کے اصل پیغام کی طرف واپس آنا ہوگا۔ اس سلسلے میں تعلیمی ادارے اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔ کالجز اور یونیورسٹیوں میں جدیدیت کو مدنظر رکھتے ہوئے مسلم بنیاد پرستی کا تحفظ بہتر طریقہ سے ہوسکتا ہے۔ عالم اسلام کے جدید بنیاد پرستوں نے پڑھے لکھے طبقے کو خاصا متاثر کیا ہے۔ مثلاً مصر میں حسن البناء کی تعلیمات کے فروغ میں پڑھے لکھے طبقے نے ہی اہم کردار ادا کیا۔ ایران میں آیت اللہ خمینی کے مذہبی انقلاب کو بھی زیادہ حمایت اعلیٰ پڑھے لکھے طبقوں کی طرف سے ملی۔ پاکستان جیسے ملک میں مولانا مودودیؒ کے افکار کو پھیلانے میں اعلیٰ پڑھے لکھے طبقے کا ہی ہاتھ ہے۔ مختصراً یہ کہا جا سکتا ہے کہ موجودہ دور میں مسلم بنیاد پرستی کی ابھرتی ہوئی شہرت ایک مسلمہ حقیقت ہے۔ اگر آبادی بڑھنے کی موجودہ شرح جاری رہتی ہے تو اکیسویں صدی کے وسط میں کرہ ارض پر ہر تیسرا شخص مسلمان ہوگا۔ اس کے ساتھ ساتھ چند مسلم ممالک نے اپنی سیاسی اہمیت اور تیل کی دولت کی وجہ سے بہت شہرت حاصل کی ہے۔ ان وجوہات کے باعث اہل مغرب مسلم بنیاد پرستی سے خاصے خائف نظر آتے ہیں۔ وہ اس ضمن میں یہ دلیل دیتے ہیں کہ مسلم بنیاد پرستی سیاسی استحکام اور جدیدیت کے لئے خطرہ ہے حالانکہ ان کا یہ نظریہ سراسر جہالت پر مبنی ہے۔ آج کے پڑھے لکھے مسلمان طبقہ کے لئے جدید مسلم بنیاد پرستی کا احیاء بہت ضروری ہے کیونکہ نوجوان مسلمان طبقہ لادینی نظریات اور اخلاق وکردار کو تباہ کرنے والی مغربی تہذیب کے سحر کا بری طرح شکار ہو چکا ہے۔ مغرب کے نوآبادیاتی نظام نے عالم اسلام کو چھوٹی چھوٹی منتشر ریاستوں میں تبدیل کر دیا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ

Scanned by CamScanner

معاشرتی امداد کے منصوبوں اور رفاہی امداد وغیرہ کے ذریعے مسلمانوں کو تباہ کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ عالمی سطح پر اہل مغرب کی یہ تدابیر اسلامی دنیا کو کمزور کرنے کے لئے ان کی بین الاقوامی ڈپلومیسی کا حصہ ہیں۔ ماضی میں خلیج میں عراق کی طرف سے پیدا کردہ مسئلہ کویت کی آڑ میں امریکی افواج کی براہ راست کاروائی اس امر کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ عالم اسلام کو اہل مغرب کی عیارانہ چالوں سے نجات جدیدیت پر مبنی بنیاد پرست تحریکوں کے ذریعے ہی دلائی جاسکتی ہے کہ جن کا مقصد تشدد کی بجائے فروغ تعلیم کے ذریعے امت مسلمہ کا دوبارہ احیاء ہو۔

آج عالم اسلام میں نوجوان تعلیم یافتہ طبقے کا ایک بہت بڑا گروہ روایتی مذہب سے بیزار نظر آتا ہے مگر یہ ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ مذہب اب بھی لوگوں کے رویوں کو تبدیل کرنے میں بہت اہم کردار ادا کرسکتا ہے۔ اس لئے سب سے زیادہ ضرورت اس بات کی ہے کہ اسلام کے مذہبی نظریات کا از سرِ نو جائزہ لے کر ان کی اس طریقے سے تشریح کی جائے کہ جس سے وہ انسانی تہذیب میں رونما ہونے والی جدید سائنسی تبدیلیوں کو قبول کرسکیں اور یہ تبھی ممکن ہے کہ جب عقائد کے پرچار کے بعد دنیا کی مختلف تہذیبوں کا تقابلی جائزہ لیا جائے تاکہ اسلامی تہذیب و تمدن کو روح اجتہاد کی روشنی میں جدیدیت سے ہمکنار کیا جاسکے۔ اس ضمن میں قانون اسلامی کی تدوین جدید دور کی اشد ضرورت ہے سید ابوالحسن علی ندوی کا کہنا ہے کہ:

''عالم اسلام میں ایک ایسی طاقتور عالمگیر علمی تحریک کی کمی برابر محسوس کی جارہی ہے جو جدید طبقہ کا اسلام کے علمی ذخیرہ سے رشتہ و رابطہ قائم کرسکے۔ اسلامی علوم میں نئی روح پھونک سکے اور اس حقیقت کو ثابت کرسکے کہ اسلامی قانون اور فقہ نہایت وسیع اور ترقی پذیر قانون ہے۔ اور وہ ایسے ابدی اصولوں پر قائم ہے جو کبھی فرسودہ اور از کار رفتہ نہیں ہوسکتے۔ جس میں زندگی کے تغیرات و ترقیات کا ساتھ دینے کی پوری صلاحیت ہے اور جس کی موجودگی میں کسی وضعی و انسانی قانون کی پناہ لینے کی ضرورت نہیں۔ یہی عصر حاضر کا وہ ضروری کام ہے جو اسلامی ملکوں اور موجودہ اسلامی معاشرہ کو ذہنی و معاشرتی ارتداد سے بچا سکتا ہے اور مغرب زدگی اور تجدد کے اس تیز دھارے کو روک سکتا ہے جو عالم اسلام میں اس وقت اپنی پوری طغیانی پر ہے۔''(۷)

آج مذہب کے نام پر جن چیزوں کی تبلیغ کی جاتی ہے وہ زیادہ تر فضول اور غیر عقلی رسم و روایات کا مجموعہ

Scanned by CamScanner

ہیں مگر اس کا یہ مطلب قطعاً نہیں ہے کہ ایک سماجی ،اخلاقی ،سیاسی اور معاشی طاقت کے طور پر مذہب مسلمانوں کے لئے بالخصوص اور بنی نوع انسان کے لئے بالعموم اپنی افادیت کھو چکا ہے۔ اصل میں ضرورت اس امر کی ہے کہ مذہب میں اجتہادی روح پھونک کر نئے سرے سے اس کا جائزہ لیا جائے اور ان عناصر کو پرے پھینک دیا جائے جنہوں نے غلط طور پر مذہب میں اپنی جگہ بنالی ہے کیونکہ یہی ایک طریقہ ہے کہ جس سے اسلامی نظریئے کو اس کی اصل شکل کے ساتھ جدیدیت سے ہمکنار کیا جا سکتا ہے۔ یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے کہ جو اپنے اندر حقیقی معنوں میں ارتقاء اور ترقی کی گنجائش رکھتا ہے۔ بقول اقبال:

یہ کائنات ابھی ناتمام ہے شاید
کہ آرہی ہے دمادم صدائے کن فیکون (۸)

اس شعر میں علامہ اقبالؒ نے اسلامی فکر کے اس گوشے پر روشنی ڈالی ہے کہ کائنات کا ہر وجود اپنی بقا کے ساتھ تکمیل کے سفر میں گامزن ہے۔ اسلامی نظریے میں واقعہ معراج النبیؐ سے ارتقاء وترقی کا جو پہلو سامنے آتا ہے آج کی جدید سائنس اس کی گرد کو بھی نہیں چھوسکتی کیونکہ جدید سائنس کا حتمی نظریہ یہ ہے کہ نور (روشنی) کی رفتار تک پہنچا جائے جو کہ ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل فی سیکنڈ ہے جب کہ آنحضورﷺ کے معراج کی رفتار نور کی اس رفتار سے کہیں زیادہ تھی۔ اقبال کی فکر کو جس زاویہ نگاہ سے بھی دیکھیں اس میں ہر اعتبار سے پستی سے ترقی کی طرف اور محدود سے لامحدود کی طرف بڑھنے کا رجحان پایا جاتا ہے۔ معراج النبیﷺ سے بھی دراصل اقبال نے یہی نکتہ نکالا ہے کہ مسلمان چاند تو کیا سارے افلاک کو عبور کر سکتا ہے اور آج جب کہ سائنس کی ترقی سے خلاؤں کی تسخیر ممکن ہوگئی ہے۔ تو اس سے واقعہ معراج کی مادی تعبیر کو نہ ماننے والوں کے لئے اب تردد کی گنجائش نہیں رہی۔ بقول اقبال:

سبق ملا ہے معراج مصطفیٰ سے مجھے
کہ عالم بشریت کی زد میں ہے گردوں (9)

علامہ کا کہنا ہے کہ واقعہ معراج اس بات کا درس دیتا ہے کہ انسان کوشش کرے تو وہ علت ومعلول کے موجودہ سلسلے سے اوپر اٹھ کر ایک نئے نظام وقت میں پہنچ سکتا ہے۔ جسے اقبال زمان ایزی کا نام دیتے ہیں۔

''معراج دراصل ایک نکتہ ہدایت ہے مسلمان کے لئے کہ وہ اگر چاہے تو مہ ومہر کی تسخیر کر سکتا ہے، یا یہ

Scanned by CamScanner

کہ معراجِ مصطفیٰ کا درس یہ ہے کہ گردوں عالم بشریت کی زد میں ہے۔ یعنی بشر کے لئے ممکن ہے کہ وہ افلاک کی تسخیر کر سکے۔''(۱۰)

اسلام کا پیغام عالمگیر اور ابدی ہے اور زندگی کے ہر پہلو کے لئے ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔ جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد ہے کہ:

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَاللّٰہِ الْاِسْلَامُ (۱۱)

لیکن بدقسمتی یہ ہے کہ بعض مخصوص وجوہات کی وجہ سے اور بعض مذموم مقاصد کے پیش نظر اسلام کی تخلیقی صلاحیتوں سے بہت شروع میں انکار کر دیا گیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ باب اجتہاد بند ہونے کی وجہ سے اسلامی نظریے کو صدیوں تک جامد و ساکن بنا دیا گیا اور دنیا کے ہر خطے میں مسلمان نہ صرف مقلدین کا روپ دھار گئے بلکہ اسلام میں لاتعداد اعتقادات و روایات شامل ہوتے چلے گئے جو کہ اپنی اصل کے اعتبار سے سراسر غیر اسلامی تھے۔ نتیجتاً غیروں کی مکارانہ چالوں کی وجہ سے اسلامی نظریے کی اصل سادگی اور متحرک پن گم ہو کر رہ گئے۔ مسلم امہ کی تخلیقی قوتیں ان مذہبی جھگڑوں، مناظروں اور فرقہ بازی کی نظر ہونے لگیں جن کا اسلام سے دور کا بھی واسطہ نہ تھا۔

آج اسلام کے اصل پیغام کو اس سائنسی سوچ کے ساتھ دوبارہ عام کرنے کی ضرورت ہے کہ جس نے اوائل اسلام میں نئی نئی ایجادات کے لئے اتنی طاقتور ترغیب مہیا کی تھی کہ جس کی بنا پر اپنے آغاز کے چند صدیوں بعد ہی مسلم سکالرز اور سائنسدانوں نے ایک خاص مقام حاصل کر لیا۔ آج جدید نسل کے نوجوانوں کی طرف سے اکثر یہ سوال کیا جاتا ہے کہ اگر اسلام اتنا طاقتور میلان اور رغبت رکھتا ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ یہ ایک جامد مذہب بن کر رہ گیا ہے اور جدید مادی ترقی کا ساتھ دینے کے قابل نہیں رہا۔ آخر اس کی تخلیقی قوتوں کے ختم ہونے کی کیا وجہ ہے؟ اگرچہ کسی ایک عنصر کو اس کا ذمہ دار نہیں ٹھہرایا جا سکتا۔ تاہم اس امر میں کسی قسم کا شک و شبہ نہیں کہ اسلامی نظریے کی تباہی کے اصل ذمہ دار مسلمان خود ہیں جو وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ خدا کے اصل، سادہ اور متحرک پیغام کو بھول کر روحانی اور عقلی اعتبار سے لاتعداد توہمات اور غلط عقائد کے پیروکار بن گئے۔ آج مسلمانوں کو جس چیز کی سب سے زیادہ ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ اسلامی نظریے کی اس طرح تشریح کی جائے کہ یہ جدید تہذیب کے مقدس مقاصد اور ترقی پر مبنی اقدامات کی مخالفت کی بجائے انہیں عزیز جانے۔

Scanned by CamScanner

وہ مقدس مقاصد کہ جن کا تعلق اخلاق و کردار کی ترقی، بنیادی حقوق، سائنسی ترقی اور انسانیت کی مادی خوشحالی کے ساتھ ہے۔ آج اس سوچ کے دوبارہ پیدا کرنے کی ضرورت ہے کہ جس نے تاریخ اسلام میں خلفائے راشدینؓ، سیدنا حضرت امام حسینؓ اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ جیسے حق پرست حکمرانوں، جنید بغدادی، ابونصر سراج طوسی، سیدنا عبدالقادر جیلانیؒ اور مولانا رومی جیسے صوفیاء اور ابن الہیثمؒ، جابر ابن حیانؒ اور بوعلی سیناؒ جیسے سائنسدانوں کو جنم دیا۔ اس ضمن میں سب سے اہم خدمت یہ ہوگی کہ مسلمانوں اور غیر مسلموں دونوں کے ذہنوں سے اس مغالطے کو دور کیا جائے کہ جوان کے ذہنوں میں اسلام سے متعلق پایا جاتا ہے اور وہ یہ کہ اسلام جدید زندگی کے مسائل کو حل کرنے کی اہلیت نہیں رکھتا۔ اوائل اسلام کے مفکرین اور سائنسدان وغیرہ تو اپنے دور کی تمام تہذیبوں کا تقابلی مطالعہ کرتے تھے جب کہ آج مختلف مذاہب مثلاً یہودیوں، عیسائیوں اور مسلمانوں میں ایک دوسرے کے خلاف انتہائی نفرت پائی جاتی ہے۔ ان تعصبات کا اتنا بھیانک نتیجہ نکلا ہے کہ صدیوں تک مشرق کے مسلمان اور مغرب کے عیسائی انسانی تہذیب کے بارے میں ایک دوسرے کی خدمات سے ناآشنا رہے ہیں۔ خصوصاً جب تک مسلمان عالمی تہذیبوں کا تقابلی مطالعہ نہیں کریں گے اس وقت تک نہ تو وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے تصور کے مطابق غلط اور صحیح میں تمیز کر سکیں گے اور نہ ہی وہ روح اجتہاد کو اسلام کے عالمگیر احیاء و ترقی کے لئے صحیح طور پر استعمال کر سکیں گے۔ اہل مغرب کے لئے بھی ضروری ہے کہ وہ اپنے اداروں میں مذاہب کے تقابلی جائزے کے ضمن میں اسلام کو بھی مناسب جگہ دیں تاکہ اسلام کے نور سے اہل مغرب وہ روشنی تلاش کر سکیں کہ جو تمام عالم کے لئے ایک سائے کا کام دے۔ مسلمانوں کے لئے مذاہب کا تقابلی مطالعہ اس لئے ضروری ہے تاکہ اس مطالعے سے دیگر تہذیبوں کے اچھے اصولوں کو اپنایا جا سکے۔ ان اصولوں کو جو کہ مذہب اسلام کے ساتھ ہم آہنگ بھی ہوں اور جس سے حقیقی معنوں میں عالم اسلام کو اس ترقی سے دوچار کیا جا سکے جو کہ انسانیت کی فلاح کے لئے مؤثر ضمانت فراہم کرے۔

آج انسانیت تباہی کے جس ہولناک دھانے پر پہنچ چکی ہے صرف اسلام کی تعبیر نو سے ہی اسے تباہی سے نکالا جا سکتا ہے۔ اخلاقی پسماندگی، روحانیت کی نفی، شہری جرائم میں اضافہ، چھوٹی عمر سے ہی جنسی جرائم کی بھرمار، ایک مقدس ادارے کی حیثیت سے شادی کے رواج کا خاتمہ، جہیز کی لعنت، ارتکاز دولت، وسیع وعریض پیمانے پر تشدد، علاقائی قومیتوں کا فروغ، معاشی طور پر ایک دوسرے کا استحصال اور گلا کاٹنا، اقوام میں خوفناک

Scanned by CamScanner

ہتھیاروں کی دوڑ میں آگے بڑھنے کا رجحان، منشیات، اسمگلنگ، چور بازاری، غربت و افلاس، ملاوٹ، جہالت، ناانصافی، بیروزگاری وبھوک، رشوت، ہیرا پھیری، غبن، فراڈ جعل سازی، جبری مشقت میں لپٹی ہوئی معیشت وغیرہ ایسی خوفناک برائیاں ہیں جنہیں پوری دنیا میں اخلاقی اور روحانی زوال کی نمایاں علامت کے طور پر دیکھا جا سکتا ہے۔ آج ضرورت ہے کہ انسانیت کو محمد عربیؐ کے اس پیغام سے روشناس کروایا جائے جو حقیقی معنوں میں امن اور انسانیت کی فلاح و بہبود و ترقی کا پیغام ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ:

''جو مقام شعور انسانی کی انتہا ہے وہاں سے شعور پیغمبری کی ابتداء ہوتی ہے۔'' (۱۲)

حضورﷺ کی اسی امتیازی حیثیت کے پیش نظر اگرچہ مسلمانوں میں سے بعض اہل دانش اور خصوصاً مفکرین اسلام نے دنیا کے دیگر نظریات خصوصاً یونانی نظریات سے بھی اثر قبول کیا لیکن ان نظریات سے اثر قبول کرنے کے باوجود اسلامی روح قطعاً متاثر نہ ہو سکی۔ اس کے برعکس مسیحی فکر ''تحریک احیائے علوم'' (Renainnance Movement) سے اس حد تک متاثر ہوئی کہ اس کی روح ہی بدل گئی اور اس کی جگہ سیکولرازم نے لے لی۔ مارٹن لوتھر کی تحریک کے نتیجے میں عیسائیت دو گروہوں کیتھولک اور پروٹسٹنٹ میں بٹ گئی اور مذہب کو انسان کا ذاتی معاملہ قرار دے کر ریاستی اور مذہبی معاملات کو جدا جدا کر دیا گیا جب کہ اس کے برعکس اسلامی فکر میں سیکولرازم کے لئے کوئی جگہ نہیں۔ اسی لئے یہ کہا جاتا ہے کہ دیگر نظریات نے مسلمان مفکرین کو متاثر کیا لیکن وہ ان میں اسلام کی حقیقی روح کو ختم نہ کر سکے کیونکہ اس دین کی حفاظت کا ذمہ خود خدا تعالیٰ نے اٹھایا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (۱۳)

ترجمہ: ''بے شک ہم نے ہی اس ذکر کو اتارا ہے اور ہم ہی اس کے نگہبان ہیں۔''

تاریخ اسلام میں اگر مختلف مسلم مفکرین کی فکر کا جائزہ لیا جائے تو صدیوں کے فرق کے باوجود اسلامی معاشرے کے بارے ان کے ادراک اور شعور میں حیرت انگیز حد تک مماثلت پائی جاتی ہے۔ وہ تمام اس بات پر متفق ہیں کہ اسلام ایک ایسا منفرد مذہبی، سیاسی، معاشی اور معاشرتی منشور ہے جس کے بنیادی اصول ابدی اور عالمگیر نوعیت و اہمیت کے حامل ہیں۔ جن کا مقصد انسانیت کو فکر محمدیﷺ سے انقلاب آشنا کرنا ہے۔ فارابی، ماوردی، غزالی، سید قطب شہید، علامہ سید رشید رضاؒ، ڈاکٹر علی شریعتیؒ اور مولانا مودودیؒ جیسے مفکرین پہلی

Scanned by CamScanner

دوسری جنگ عظیم سے بہت قبل یا بعد کے زمانے کی پیداوار ہیں مگر صدیوں کے اس فرق کے باوجود ان کے خیالات، اور اک اور شعور میں یکسانیت پائی جاتی ہے۔ ہوسکتا ہے کہ تفصیل میں جا کر اور مختلف مسائل کے حوالے سے ان کے خیالات میں کچھ فرق نظر آئے مگر یہ تمام مفکرین اس لحاظ سے بنیاد پرست ہیں کہ بنی نوع انسان کی بھلائی کے سلسلے میں ان کا اسلامی نظریے پر یقینی اور غیر متزلزل اعتقاد ہے۔ ان مفکرین کی فکر کا بنظر غائر جائزہ لیا جائے تو واضح ہوتا ہے کہ بنیادی طور پر ان تمام نے ایک ہی قسم کے مقاصد کی طرف مسلمانوں کی رہنمائی کی ہے۔ شاید ایسے ہی مفکرین کے بارے اقبالؒ نے کہا ہے۔

زمانہ ایک حیات ایک، کائنات بھی ایک
دلیل کم نظری قصہ جدید و قدیم (۱۴)

مختصراً ہم صرف یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہر بنیاد پرست جدیدیت پرست نہیں ہوسکتا مگر اس میں کسی قسم کا شک و شبہ نہیں کہ ہر جدیدیت پرست لازماً بنیاد پرست ہوتا ہے۔ علامہ محمد اقبالؒ، حسن البناءؒ، سید قطب شہید، مفتی محمد عبدہ، جمال الدین افغانی، ڈاکٹر علی شریعتی اور مولانا مودودی جیسے مسلمان مفکرین کی تعلیمات میں بنیاد پرستی اور جدیدیت پرستی دونوں طرح کی خصوصیات موجود نظر آتی ہیں۔ بحیثیت ایک مسلمان کے بنیاد پرستی سے انکار کفر کے مترادف ہے مگر جدیدیت پرست بنیاد پرستی کی روح کو مدنظر رکھتے ہوئے بدلتے ہوئے حالات کے مطابق اپنی فکر کے دھاروں کا رخ متعین کرتے ہیں ویسے بھی زمانہ ارتقاء اور تبدیلی سے عبارت ہے اس لئے میں اپنی اس تحقیقی کاوش کا اختتام علامہ محمد اقبالؒ کے اس شعر پر کرتا ہوں۔

دیار عشق میں اپنا مقام پیدا کر
نیا زمانہ نئے صبح و شام پیدا کر (۱۵)

****

Scanned by CamScanner

حوالہ جات

۱۔ القرآن، النحل ۱۱

۲۔ القرآن، یونس:۶

(3) Scruton, Roger. A Dictionary of Political Thought (Pan Books Ltd. London : 1983) P. 184

۴۔ اقبال، علامہ محمد، کلیات اقبال (اردو) ضرب کلیم (اقبال اکیڈمی، پاکستان، لاہور ۱۹۹۴ء) ص ۶۵۸

(5) Shaukat Ali, Dr. Pan Movements In the Third World (Publishers United Ltd: LHR) P.V. (Preface)

۶۔ ندوی، مولانا سید ابوالحسن علی، مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش (مجلس نشریات اسلام: کراچی) ص ۵۲

۷۔ ایضاً ص ۲۷۰، ۲۷۱

۸۔ اقبال، علامہ محمد، کلیات اقبال (اردو) بال جبرئیل (اقبال اکیڈمی، پاکستان لاہور: ۱۹۹۴ء) ص ۳۶۴

۹۔ ایضاً

۱۰۔ عبداللہ، ڈاکٹر سید، مطالعہ اقبال کے چند نئے رخ (بزم اقبال، کلب روڈ لاہور: ۱۹۸۴) ص ۶۸

۱۱۔ القرآن، الحجر:۹

۱۲۔ نیازی، مولانا کوثر۔ تخلیق آدم۔ ص ۲۶

۱۳۔ القرآن، الحجر:۹

۱۴۔ اقبال، علامہ محمد، کلیات اقبال (اردو) ضرب کلیم (اقبال اکیڈمی، پاکستان، لاہور: ۱۹۹۴ء) ص ۵۳۸

۱۵۔ ایضاً، بال جبرئیل، ص ۱۵۳

****

Scanned by CamScanner